مرثیہ

درحالاتِ رخصت وشہادت شبیہ پیغمبرؐ حضرت علی اکبر علیہ السلام

سنہ تصنیف ۱۳۳۶ھ ——— (بند-۱۴۷)

دعبلِ ہند نواب مولانا سید فرزند حسین ذاخرؔ اجتہادی

(۱)

شیفتہ حسن پہ ہونے سے قضا آتی ہے
دردِ دل کی کسے عالم میں صدا آتی ہے
اپنے ہی ہاتھوں زمانے میں بلا آتی ہے
رگیں کھنچتی ہیں تو اف اف کی صدا آتی ہے
مرنے والے اثرِ نزع سے دم توڑتے ہیں
جو گئے تھے وہ مکافاتِ عمل چھوڑتے ہیں

(۲)

لوگ ادھر چاہتے ہیں دہر سے جائے نہ کوئی
بیٹھ کر سامنے اشکوں کو بہائے نہ کوئی
اس طرف موت یہ کہتی ہے کہ آئے نہ کوئی
صاحبِ نزع کو سینے سے لگائے نہ کوئی
تھم یہ سکتا نہیں جاتے ہوئے عالم کی طرح
سلسلہ ٹوٹ گیا اکھڑے ہوئے دم کی طرح

(۳)

صاحبِ نزع سے اظہار محبت نہ کرو
مرنے والے سے عیاں جوشِ طبیعت نہ کرو
بے رخی کی ہے جو تم نے تو شکایت نہ کرو
ایسی اکھڑی ہوئی سانسوں سے محبت نہ کرو
چھوڑ کر یاد عزیزوں کی گذر جاتا ہے
وہ کسی کا نہیں ہوتا ہے جو مرجاتا ہے

(۴)

عشقِ کعبہ میں نہ اب یادِ کلیسا ہے نہ دیر
اس کے رہنے کی جگہ پر کہیں آسکتے ہیں غیر
نامرادوں کے تڑپنے کی نہ دیکھے کوئی سیر
بڑھ گیا دردِ جگر ہوگیا انجام بخیر
کس طرح قطعِ سخن تھا کہ جو باتیں نہ کٹیں
حد سے زائد جو ڈرونی تھیں وہ راتیں نہ کٹیں

(۵)

ناتوانی کا اثر حدِّ بیاں تک پہنچا
دل کا چھالا تھا جو سینے سے زباں تک پہنچا
نالہ جو رہ گیا وہ ضبطِ فغاں تک پہنچا
ضعفِ بیمارِ تپِ ہجر کہاں تک پہنچا
دل کا وہ کون سا عالم تھا جو آیا نہ گیا
بار ہچکی کا کسی سے بھی اٹھایا نہ گیا

(۶)

نوجوانوں کی نگاہوں میں نہیں قدرِ مُسن
نظر آتا نہیں ، وہ ہے جو تغیر ممکن
مست و مدہوش کئے دیتا ہے بڑھتا ہوا سن
ہیں زمانے میں یہی موت کے بھولے ہوئے دن
فکر اپنی نہ کسی اور کا غم ہوتا ہے
عہدِ ایامِ جوانی کا ستم ہوتا ہے

(۷)

کس نے اس عہد میں کی ہے کبھی فکرِ انجام
دن یہ ہر طرح سے کٹ جاتے ہیں ہو صبح کہ شام
حسن سے سنتے ہی رہتے ہیں جوانی کا پیام
کہیں لے سکتے ہیں ہنستے ہوئے لب موت کا نام
اپنے معبود سے کس دن وہ خجل ہوتے ہیں
موت جن کو ہو پسند اور وہ دل ہوتے ہیں

(۸)

حسن اپنا جو رخ موت ہے دکھلائے ہوئے
جگر و قلب ہیں مدت سے اثر پائے ہوئے
اک تلاطم کئے ہیں جوشِ دلی آئے ہوئے
بڑھتے جاتے ہیں جوانی کی قسم کھائے ہوئے
چاند سے رخ پہ یہ خواہش ہے کمال آجائے
موت پردیس میں اٹھارویں سال آجائے

(۹)

ہے جوانی کی تمنا نہ قضا دور رہے
کب کسی حکم سے خاصانِ خدا دور رہے
نقشِ پا سے نہ رہِ صبر و رضا دور رہے
ایسے بھی دل ہیں جو کہتے ہیں بلا دور رہے
بخت کہتا ہے چلو، ساتھ قضا چلتی ہے
ماں یہ کہتی ہے بہت گرم ہوا چلتی ہے

(۱۰)

دم بہ دم طولِ مسافت سے جگر ہے بیتاب
جن سے دیکھا نہیں جاتا وہ تپاں ہیں احباب
طپشِ مہر میں بھی پھول سا رخ ہے شاداب
جانے والا ہی تو ہے اور سوا حسنِ شباب
زلفِ رخسار پہ بل کھائی ہوئی کالی ہے
کسی ناشاد نے منت کی گرہ ڈالی ہے

(۱۱)

وہاں خواہش کہ ہوں ہم پالنے والے سے جدا
یہاں کہنا کہ ہو تم دل کے تڑپنے کی دوا
وہاں خواہش، ہمیں مرغوب ہے غربت کی قضا
یہاں کہنا کہ رہے چاند سے چہرے کی ضیا
وہاں خواہش ہے فنا عالمِ فانی کے لئے
یاں دعاؤں پہ دعائیں ہیں جوانی کے لئے

(۱۲)

اللہ اللہ یہ خیالات، یہ فکرِ انجام
راہ طے کر رہے ہیں موت کا لیتے ہوئے نام
قلب کو شوقِ شہادت سے نہیں ہے آرام
ایک منزل پہ کیا باپ نے جس وقت قیام
صفحۂ قلب پہ ہر نقشِ اثر بیٹھ گیا
خاک پر آکے پسر نزدِ پدر بیٹھ گیا

(۱۳)

دلِ پُرغم تھا صعوباتِ سفر سے بیتاب
لحہ بھر طولِ مسافت سے تھی مہلت نایاب
آ گیا جاگی ہوئی آنکھ میں کچھ دیر کو خواب
اثرِنوم کو دیکھا کیا وہ مستِ شباب
تھم کے راحت کا مسافر نے سرانجام کیا
لختِ دل جاگا کیا باپ نے آرام کیا

(۱۴)

سو کے کچھ دیر میں وا ہو گئے جب دیدۂ تر
آنکھیں بتلا رہی تھیں جوششِ گریہ کا اثر
جوڑ کر دستِ ادب باپ سے بولا یہ پسر
کچھ تو فرمایئے بے وقت کے رونے کی خبر
آنسوؤں میں دلِ مضطر کا اثر لایا ہے
پر اثر کیا کوئی خواب آج نظر آیا ہے

(۱۵)

کیا ارشاد اسی عالمِ گریہ میں کہ ہاں
دل کو پہلو میں تڑپنے سے نہیں تابِ بیاں
ایک ساعت وہ شب و روز میں ہوتی ہے عیاں
جس میں سب کچھ نظر آجاتے ہیں حالاتِ جہاں
کیوں نہ اکتائے زمانے سے طبیعت بیٹا
تھی وہی آج مرے خواب کی ساعت بیٹا

(۱۶)

جو فلک رنج والم دے وہ کلیجے پہ سہو
آرزو ہے یہ تحمل کی نہ کچھ منھ سے کہو
دلِ بیتاب سنبھالے ہوئے ہاتھوں سے رہو
کوئی کہتا ہے کہ جلدی سے سوئے موت بڑھو
وجہ تاخیر ہے کیا، دہر سے جانے کے لئے
موت بیتاب ہے سینے سے لگانے کے لئے

(۱۷)

بولا فرزند ہے دنیا سے گذرنا کیسا ؟
اتنا ارشاد ہو ، ہے آہ کا بھرنا کیسا؟
کیسی یہ عمرِ دو روزہ ہے یہ مرنا کیسا؟
گر، یہ ہو امر تو پھر موت سے ڈرنا کیسا؟
بے گناہوں پہ تعدی جفا ہے کہ نہیں ؟
حق پہ ہم ہیں کہ نہیں؟ ساتھ خدا ہے کہ نہیں؟

(۱۸)

کیا ارشاد کہ تم حق پہ ہو حق ہے ہمراہ
ہو کے بیتاب یہ کہنے لگے چلئے ﷲ
اضطرابِ جگر و دل سے خدا ہے آگاہ
موت کے ہوتے کسی کی نہ محبت ہے نہ چاہ
ہم نہ جب ہوں گے تو سب یاد کریں گے بابا
مرضیٔ حق پہ جوانی میں مریں گے بابا

(۱۹)

ہائے یہ فصلِ جوانی یہ تصور یہ خیال
اپنے رب کو جو نہیں بھولتے ان کا ہے یہ حال
زندگی کی نہ خوشی اور نہ مرنے کا ملال
ہے اگر فکر تو یہ فکر رہے استقلال
حق کے جادے سے رہِ کفر کی دوری کردیں
بات جو منھ سے نکل جائے وہ پوری کردیں

(۲۰)

کہہ دیا تھا جو زباں سے وہ کیا بے تاخیر
کربلا ساتھ شہؑ دیں کے جو لائی تقدیر
ظہرِ عاشور کا خواہاں رہا وہ مہرِ منیر
بن پڑی ساعتِ بد میں یہ اجل کی تدبیر
حسنِ تاثیر قیامت کی یہ دکھلاتا تھا
خون ماں بہنوں کے چہروں پہ چھلک جاتا تھا

(۲۱)

یہاں یہ لے رہے تھے باپ سے مرنے کی رضا
پسِ پردہ تھیں ادھر دیر سے بنتِ زہراؑ
ان کے پیچھے وہ کئی بیبیاں تھیں برہنہ پا
جن سے دیکھی نہیں جاتی تھی جوانی کی قضا
چاہتا تھا نہ کوئی دہر سے جانے کے لئے
ہاتھ پھیلے ہوئے تھے دل سے لگانے کے لئے

(۲۲)

اس طرف غم سے یہ تھی بیبیوں کی حالتِ زار
رکھ کے سر تھی قدمِ شہؑ پہ ادھر یہ گفتار
دیں مجھے اذنِ رضا سبطِ رسولؐ مختار
زیست سے ہوں ہوسِ موت میں حد سے بیزار
کب سے آمادہ ہوں فردوس میں جانے کے لئے
آیئے گا مرے لاشے کو اٹھانے کے لئے

(۲۳)

بولے فرزند سے گھبرا کے امامِ دوجہاں
کیا تمھیں روئیں ضعیفی میں؟ یہ کی عرض کہ ہاں
کیا کیا ہے سببِ ترک محبت مری جاں
عرض کی قلب تڑپتا ہے پئے زخمِ سناں
کہا ماں عمر کے بڑھنے کی دعا کرتی ہے
کہا تقدیر مجھے سب سے جدا کرتی ہے

(۲۴)

کہا بالیں پہ نہ تم آؤ گے گر ذبح ہوں ہم
کہا میں شمر کے دیکھوں گا نہ مولا پہ ستم
کہا غربت میں نہ لوگے خبرِ اہلِ حرم
کہا یہ اذن تو دیتا نہیں اکھڑا ہوا دم
کہا، کیا مر چکے پردیس میں جینے والے
کہا، کب ڈوب کے ابھرے ہیں سفینے والے

(۲۵)

کہا میں اذن بھی گر دوں، نہ پھوپھی دیں گی رضا
کہا ٹلتا نہیں ٹالے سے کبھی حکمِ قضا
کہا بہتر ہے سدھارو طرفِ دشتِ بلا
کہا اس صبر کی دے آپ کو اللہ جزا
کہا باتیں ہیں یہ سب جان کو کھونے کے لئے
کہا یہ گرم زمیں خوب ہے سونے کے لئے

(۲۶)

عرض یہ کر کے اٹھا یا قدمِ شاہؑ سے سر
باپ سے مل کے مسافر نے کیا رخ سوئے در
بیبیوں سے کہا زینبؑ نے ادھر یہ روکر
دیکھا دیکھا مرے فرزند کی باتوں کا اثر
تا مژہ اشکِ غم آیا تھا مگر بہہ نہ سکا
باپ کا قلب بھی اصرار پہ کچھ کہہ نہ سکا

(۲۷)

مستعد قتل پہ ہیں بانیٔ ظلم و بیداد
اس طرف ہے یہ تمنا مری برآئے مراد
دم نکل جائے کہ زندہ رہے کوئی ناشاد
مسکراتے ہوئے آتے ہیں پئے اذنِ جہاد
دل وہ پہلو میں نہیں، نزع کی جو سیر کرے
بیبیو! اب مری باری ہے خدا خیر کرے

(۲۸)

کہہ رہی تھیں یہ ابھی زینبؑ تفتیدہ جگر
کہ دکھائی دیا، پردے کے ادھر روئے پسر
سنبھلیں اس سمت تو یہ تھام کے ہاتھوں سے جگر
اُدھر آ پہنچا دل و جانِ شہؑ جن و بشر
پردۂ در جو ہٹا رخ قمر آرا چمکا
سمجھیں زینبؑ مری قسمت کا ستارا چمکا

(۲۹)

بولا اس سمت یہ ہنس کر وہ گل باغ وفا
جان دینے کی مجھے مل گئی بابا سے رضا
رو کے اس سمت یہ کہنے لگیں بنت زہراؑ
تم پہ قرباں ہو پھوپھی پھر تو کہو، کیا یہ کہا
کیوں کمر باندھی ہے پردیس میں مرنے کے لئے
سن تو آ جائے زمانے سے گذرنے کے لئے

(۳۰)

بولا یہ دستِ ادب جوڑ کے وہ نیک نہاد
ہے یہ جو کچھ وہ محبت سے پھوپھی کا ارشاد
کی فدا بھائی پہ پالی ہوئی اپنی اولاد
ہائے مجھ سے بھی وہ کمسن تھے زمانے میں زیاد
کھینچ لیتی تھی نظر چہروں پہ حسن آئے ہوئے
اب قضا لاشوں کو سینے سے ہے لپٹائے ہوئے

(۳۱)

کہا زینبؑ نے میں صدقے گئی کہتے ہو یہ کیا
ان سے اور تم سے جہاں میں کوئی نسبت ہے بھلا
کیا ان بچوں کو اس واسطے تم سب پہ فدا
یہ تمنا تھی کہ یہ ہوں سببِ ردِّ بلا
دل سے جو اٹھ نہ سکے وہ نہ مصیبت دیکھوں
انہیں روؤں تمہیں دنیا میں سلامت دیکھوں

(۳۲)

امِّ لیلیٰؑ نے یہ زینبؑ سے کیا رو کے بیاں
ہائے یہ کہتی ہیں کیا خواہرِ سلطانِ زماں
تم سے اور ان سے بھلا خلق میں نسبت ہے کہاں
کیا وہ جانِ اسدؒاللہ نہ تھے ، میں قرباں
ایک اک کو ہر اک آوارہ وطن نے پالا
انہیں بھائی ، انہیں ناشاد بہن نے پالا

(۳۳)

ہیں انہیں دونوں کے مشہورِ جہاں افسانے
ضوفگن جاتے ہوئے حسن سے تھے کاشانے
کچھ دنوں خلق میں آباد رہے ویرانے
ہائے بجھتی ہوئی شمعوں کے یہ تھے پروانے
روح گھبراتی ہے جب تن سے جدا رہتی ہے
دور کب شمع کے شعلے سے ضیا رہتی ہے

(۳۴)

ہے یہی وجہ جو آمادہ ہیں یہ بہرِ سفر
چاہتے ہیں نہ چھٹیں بھائیوں سے ہم دم بھر
دلِ بیتاب کو فکر اس کی ہے سب سے بڑھ کر
دشتِ غربت میں اکیلے ہیں شہِؑ جن وبشر
سوئے فردوس گئے خلق سے جانے والے
گہری نیندوں میں ہیں فوجوں کو بھگانے والے

(۳۵)

ہے یہ درخواست، مری وجہ سے صبر آپ کریں
ہو عطا اذن تو یہ وقتِ وغا خوں سے بھریں
شیر، ضرغام خدا کے نہ شغالوں سے ڈریں
دل کی بر آئے تمنا جو جوانی میں مریں
یہ بھی ہوسکتا ہے جو کام نہ آئے بیٹا
باپ آفت میں ہو اور جان بچائے بیٹا

(۳۶)

نظر آتے نہیں غربت میں اماں کے اسباب
دشمنِ سبطِ نبیؐ ہے سپہ خانہ خراب
یہ نہ جائیں گے تو جائیں گے شہِؑ عرش جناب
آپ کی والدہ پوچھیں گی تو کیا دوں گی جواب
قتل ہوجائیں گے سرورؑ کو شکایت ہوگی
حشر میں فاطمہ زہراؑ سے ندامت ہوگی

(۳۷)

عرض یہ کرکے جو رونے لگیں ام لیلیٰؑ
تھام کر قلب کو ہاتھوں سے یہ زینبؑ نے کہا
دل کی گر ہے یہی حسرت تو ہوں راضی بہ رضا
شوق سے جاکے کریں نصرتِ سلطانؑ ہدا
سب یہ ساماں ہیں مرے قید میں جانے کے لئے
کوئی آئے گا نہ زینبؑ کے بچانے کے لئے

(۳۸)

کب یہ زینبؑ کی تمنا ہے کہ ہمت ہارو
جس کو چاہو اسے میدانِ ستم میں مارو
چھپتے ہو خاک میں اے عرش خدا کے تارو
اتنا کہتے ہوئے جاؤ مرے غیرت دارو
رن میں اجڑے گا پسِ سرورؑ دیں گھر کہ نہیں
بیبیاں جائیں گی کوفے میں کھلے سر کہ نہیں

(۳۹)

کہہ کے یہ رونے لگیں خواہر شاہنشہؑ دیں
کانپ اٹھی خیمے کی زینب کے تڑپنے سے زمیں
مل چکے بیبیوں سے یہ بھی جو باقلبِ حزیں
صاحبِ نزع کے مانند نگاہیں پھیریں
عدم آباد چلے جان کے کھونے والے
دل کو تھامے ہوئے رویا کئے رونے والے

(۴۰)

اس قدر غم ہے کہ تھمتا نہیں ہے جوشِ بکا
پڑگیا ہے اثرِ ہجر دلوں پر کیسا
کوئی کرتا ہی نہیں اپنے کلیجے سے جدا
ننگے سر ہیں حرمِ پاک تو ہے حشر بپا
کب سے اٹھی ہوئی پردے کی سیہ آندھی ہے
بال کھلوا کے مسافر نے کمر باندھی ہے

(۴۱)

ہائے بچھی ہوئی خیموں میں ہے ماتم کی جو صف
بی بیاں چاہتی ہیں جاں نہ کریں اب یہ تلف
نکل آتا ہے جو وہ گوہرِ دریائے شرف
کھینچ لیتی ہیں جواں لال کو پھر اپنی طرف
خیمے کو روئے جری دشت سے پھر جاتا ہے
پردہ اٹھتا ہے کبھی اور کبھی گر جاتا ہے

(۴۲)

بڑی دقت، بڑی مشکل سے ملا اذنِ وغا
اس طرف تو وہ جری پردے کے باہر نکلا
اور بھی ہوگئی مایوس اُدھر آلؑ عبا
بن پڑا بیبیوں کو کچھ بھی نہ رونے کے سوا
قصد یوں کرکے یہ میدانِ بلا کا نکلے
جس طرح ایک بھرے گھر سے جنازہ نکلے

(۴۳)

نکل آیا درِ دولت سے جو وہ آئینہ رو
جھک کے دامن سے چمکتے ہوئے پوچھے آنسو
سر اٹھایا تو رخِ پاک سے سر کے گیسو
دل کے آئینے میں دیکھے جو وغا کے پہلو
بہہ کے اشکوں کے حد ضبط پہ دریا آئے
مسکراتے ہوئے نزدِ شہؑ والا آئے

(۴۴)

عرض کی دستِ ادب جوڑ کے اے خسرو دیں
اذن دیتے ہیں مجھے آپ کہ بیٹھوں سرِ زیں
بولے شہؑ حکم نہ دینے کی کوئی وجہ نہیں
جائیے جائیے جلدی طرفِ لشکرِ کیں
لڑیئے یوں وقتِ وغا زخم سے دل سیر نہ ہو
منتظر کب سے اجل دشت میں ہے دیر نہ ہو

(۴۵)

لے چکے سرورِؑ والا سے جو یہ رخصتِ جنگ
لائی نزدیکِ فرس جوشِ جوانی کی امنگ
کوئی باقی نہ رہی تھی جو سواری میں درنگ
جلوہ گر زیں پہ ہوئے یہ تو کھلا رخش کا رنگ
جسمِ رہوار کی ہر رگ میں اثر جانے لگا
چھوٹ چہرے کی پڑی خون نظر آنے لگا

(۴۶)

جھک کے لی ہاتھ میں شہزادۂ عالم نے لجام
بہت آہستہ اٹھایا فرسِ تیز نے گام
پاس گھوڑے کے کھڑے تھے جو شہؑ عرش مقام
آخری جھک کے کیا باپ کو بیٹے نے سلام
شہِؑ دیں نے اثر دیدۂ تر تھام لیا
اور کچھ دور بڑھے یہ تو جگر تھام لیا

(۴۷)

اس طرف تو یہ ہوئی حالتِ سلطانِؑ انام
اس طرف اسپِ سبک خیز کے بڑھنے لگے گام
نہ ملا اٹھتی ہوئی گرد کو اک جا پہ قیام
اونچے ہونے لگے بل کھائی ہوئی زلف کے دام
کھا کے تیرِ نگہ نازِ بلا صید ہوئی
آج پھر دام میں گیتی کے ہوا قید ہوئی

(۴۸)

رن میں ہلتی ہوئی باگوں نے اشارہ یہ کیا
جیسا جی چاہے کر اس طرح سے طے دشتِ وغا
ابھی میداں میں توقف کا نہیں حکم ذرا
نظر آئے تری آزادیوں سے شانِ خدا
کون مشکل ہے تجھے دوشِ ہوا پر چڑھنا
کچھ دنوں میں نظرِ اہلِ وفا پر چڑھنا

(۴۹)

اتنا سرشار ہوئے حسن سے کیوں متوالے
یال کے دوش پہ بکھرے ہوئے گیسو ڈالے
کیلیں نعلوں کی ہیں ابھرے ہوئے دل کے چھالے
کروٹیں لینے لگے پاؤں سے دبنے والے
تافلک جانے کی رفتار نے راہیں کھولیں
پتلیاں دیکھ کے ذروں نے نگاہیں کھولیں

(۵۰)

کچھ عجب طرح سے میداں میں فرس تیز ہوا
اپنی حد میں جو قدم تھا وہ کئی ہاتھ بڑھا
گونج اٹھی وادیٔ پُرہول میں ٹاپوں کی صدا
اف ری تیزی کہ زمانے سے بہت جلد چلا
رن میں حسرت بھرے دل کے نہ ارادے چھوڑے
آنے والا تھا جہاں حشر وہ جادے چھوڑے

(۵۱)

کہتا جاتا ہے یہ میداں میں ہوا سے رہوار
کر چکا ہوں میں روانی سے جہاں تیرہ و تار
تیری کم اتنی رہے دشت بلا میں رفتار
شام تک ہٹنے نہ پائے در دولت سے غبار
کیا بتاؤں مرے ارمان ہیں کیا کیا باقی
چاہتا ہوں کہ رہے خلق میں پردا باقی

(۵۲)

جب یہ ہو فکر تو کیوں کر مجھے آرام آئے
آج کی جنگ اگر تاحدِ انجام آئے
گرد میں سب کو نظر کیفیتِ شام آئے
چادریں رہنے نہ پائیں تو یہی کام آئے
شاہزادی سے زمانے میں ندامت ہوگی
کوئی بے پردہ ہوا گر تو قیامت ہوگی

(۵۳)

کون کہہ سکتا ہے بڑھتی ہوئی گھوڑے کی ہوس
وسعتِ دہر ہو جس کے لئے اک تنگ قفس
رفتہ رفتہ یہ بڑھی سرعتِ رفتارِ فرس
اپنے قابو میں نہیں آج وہ آزاد نفس
دم بہ دم آنکھ میں بجلی سی چمک جاتی ہے
پاؤں جب خاک پہ پڑتے ہیں تو سانس آتی ہے

(۵۴)

حسن ہر نعل کا دکھلاتی ہوئی جاتی ہے چال
ایک کی ایک سے ملتی ہے زمانے میں مثال
چاند بنتا ہے کبھی اور کبھی بنتا ہے ہلال
کبھی رویت نظر آتی ہے کبھی حسنِ کمال
گر چمک خاک پہ کچھ ہے تو ضیا اور بھی ہے
نعل کا عکس بھی ہے پتلیوں کا دور بھی ہے

(۵۵)

تو نے پامال کئے ہیں چمن و دشت و بحار
رہا کرتی ہے تری چال کی عالم میں پکار
اللہ اللہ یہ سبک گامیاں اور یہ رفتار
پھول سے بڑھ گئی کچلے ہوئے سبزے کی بہار
بیلوں کی طرح سے تقدیر کا ہر دور بڑھا
نازکی اور بڑھی رنگِ چمن اور بڑھا

(۵۶)

وہ کلیجے سے لگائے جو تجھے دیکھنے پائے
لطفِ بادِ سحری گرم ہواؤں نے دکھائے
راہ طے کر گیا بل گیسوئے سنبل میں نہ آئے
پاؤں رکھنے کے لئے پھولوں نے دامن پھیلائے
مسکراتی ہوئی کلیوں نے ادائیں لے لیں
رخ کی ہلتی ہوئی شاخوں نے بلائیں لے لیں

(۵۷)

تیری اعجاز بھری چال کا دیکھا نہ جواب
نہ رہیں بحر میں اٹھتی ہوئی موجیں بیتاب
انقلاب آنے سے ذرے نظر آتے ہیں حباب
بن گئی چادرِ خاکی کی طرح چادرِ آب
حسن بڑھ جاتا ہے جب رنگِ بہار اڑتا ہے
غور سے دیکھو تو دریا میں غبار اڑتا ہے

(۵۸)

کچھ نہ آزادیاں صرصر کو ہوئیں فائدہ مند
چاہتی تھی کہ میں ہوجاؤں بگولوں سے بلند
ایک حلقہ سے چھٹی گر تو ہوئی ایک میں بند
بڑھ کے وہ صید پہ کس حسن سے ڈالی ہے کمند
اس قدر اٹھتی ہوئی خاک میں پیچ آئے ہیں
جس قدر وقتِ غضب زلف نے بل کھائے ہیں

(۵۹)

آنکھ لائیں وہ کہاں سے جسے ہو تابِ نظر
ایسی دہشت ہے کہ پہلو میں تڑپتے ہیں جگر
ملتی ہے گرد سے الجھے ہوئے گیسو کی خبر
کس قدر غیظ بھری آنکھ نے ڈالا ہے اثر
کوچۂ زلف میں بھی پھیر ہے راہوں کی طرح
خون ذروں سے ٹپکتا ہے نگاہوں کی طرح

(۶۰)

پردۂ خاک میں ہیں قہرِ خدا کے آثار
صاف تصویرِ تصور نظر آتا ہے غبار
سامنے آتے ہوئے ڈرتے ہیں نیزہ بردار
شیر بیٹھا ہے دبائے ہوئے زانو سے شکار
کچھ عجب گرد سے حالت صفِ جنگاہ کی ہے
رعب کہتا ہے سواری اسدؐاللہ کی ہے

(۶۱)

تیز بڑھتا ہوا آتا ہے کچھ اس طرح سوار
تیغ ہی کو ہے نہ گھوڑے کو ہے میداں میں قرار
جست کرتا ہے تو طے کرتا ہے جادہ رہوار
لڑتی آتی ہے رکابوں سے کمر کی تلوار
عکس شمشیر کا چار آئینوں کی آب میں ہے
خوں میں ڈوبے گی وہ مچھلی کہ جو گرداب میں ہے

(۶۲)

وہ جری ہے جو مئے حسنِ جوانی سے ہے مست
دے گا بڑھتی ہوئی فوجوں کو کوئی دم میں شکست
حسن کچھ اور بڑھاتی ہے دوزانو کی نشست
چلا آتا ہے بتاتا ہوا رہوار کو جست
تابعِ حکم ہیں حیواں بھی بنی جاں کی طرح
زیں پہ بیٹھا ہے جری تختِ سلیماں کی طرح

(۶۳)

ذکر یہ تھا جو پڑا پردۂ خاکی میں شگاف
اس طرف ختم ہوئی وسعتِ میدانِ مصاف
اک قدم پھر نہ بڑھا اسپ کا مرضی کے خلاف
گرد جب بیٹھ گئی رخ نظر آنے لگا صاف
میان میں تیغ کو یا دردِ نہاں کو دیکھا
سرِ زیں موج نے ایک تازہ جواں کو دیکھا

(۶۴)

کہہ رہی ہیں غضب آلود نگاہیں ہر بار
وادیٔ جنگ میں ہم روک چکے ہیں رہوار
چند اشعارِ رجز سن لیں سپہ کے سردار
گو سمجھتا ہوں ہر اک بات سے ہوگا انکار
حق کو جو منکرِ توحید ہے جانے گا نہیں
کوئی بے تیغ کے کھینچے ہوئے مانے گا نہیں

(۶۵)

خیر مانے کہ نہ مانے سپہِ کوفہ و شام
چاہتا ہوں کہ دلیلوں سے نہ خالی ہو کلام
دشت میں فوج سے فرما کے یہ گونجا ضرغام
حق تعالیٰ نے ہمیں پر کیا نعمت کو تمام
کون تجویز ہوا دین کی شاہی کے لئے
تم میں قرآن ہے موجود گواہی کے لئے

(۶۶)

کیا نہیں تم پہ عیاں کیفیتِ روزِ غدیر
ایسے مجمع میں بنا کون دو عالم کا امیر
کل زمانے کے شہنشاہ محمدؐ کے وزیر
وہ ہمارے ہی تھے دادا کہ نہیں جن کا نظیر
ذات ان کی سبب فخر ہے خلقت کے لئے
منتخب حق نے کیا جن کو امامت کے لئے

(۶۷)

ان سے بہتر کوئی عالم میں نہ ہوگا نہ ہوا
کل رسولوں سے یہ افضل ہیں محمدؐ کے سوا
دوشِ احمدؐ کی بلندی سے ملا عرشِ خدا
طور تک جا کے پلٹ آئے جنابِ موسیٰؑ
جو نہاں شانِ علیؑ تھی وہ عیاں آج ہوئی
وہ بلندی پہ گئے اور انہیں معراج ہوئی

(۶۸)

جس کو حق نے کیا دامادِ پیمبرؐ وہ علیؑ
عرش سے بھیجی جسے تیغِ دو پیکر وہ علیؑ
جس کو قربت شبِ ہجرت تھی میسر وہ علیؑ
ہاتھ آیا جسے اوجِ سرِ بستر وہ علیؑ
ستم و جورِ زمیں اہلِ فلک دیکھتے تھے
اتنا نزدیک تھا بندہ کہ ملک دیکھتے تھے

(۶۹)

خلق میں جس کی زباں زد ہے شجاعت وہ علیؑ
جس کے حملوں سے بڑھی شانِ رسالت وہ علیؑ
جس نے کی جنگ میں خالق کی اطاعت وہ علیؑ
تیغیں جس کی ہوئیں محرابِ عبادت وہ علیؑ
جان کو بیچ کے اللہ کی طاعت کی ہے
کس نے تلوار کے سائے میں عبادت کی ہے

(۷۰)

نہ بھری جس کی نمازوں سے طبیعت وہ علیؑ
جس نے کھائی کبھی تیغوں سے نہ دہشت وہ علیؑ
حق کو بھولا جو نہ ہنگامِ مصیبت وہ علیؑ
جوہروں سے ہے عیاں جس کی عبادت وہ علیؑ
اثرِ طاعتِ ربِّ دوجہاں باقی ہیں
آج تک تیغوں میں سجدوں کے نشاں باقی ہیں

(۷۱)

تا زباں تھی ابھی توصیف و ثنائے شہِ دیں
کہ بڑھا رن میں پئے جنگ وجدل لشکرِ کیں
ہوئے چلّوں سے رہا تیر کمانیں کڑکیں
فوج لڑنے جو بڑھی ہل گئی ٹاپوں سے زمیں
کھنچ گئی میان سے ہر تیغ، طبیعت کی طرح
شور باجوں میں ہوا شورِ قیامت کی طرح

(۷۲)

اس طرف ہونے نہ پائی تھی جو پوری تقریر
برہمی دے گئے کچھ اور بھی بڑھتے ہوئے تیر
لے کے ہاتھوں میں عنانِ فرسِ برق نظیر
نظرِ غیظ سے دیکھا طرفِ فوجِ کثیر
قوتِ تیرِ نظر کھینچ کے کاوا سمجھا
شیر بڑھتی ہوئی فوجوں کا ارادہ سمجھا

(۷۳)

بڑھ گیا جوششِ خوں سے اثرِ جوشِ شباب
سرخ اس طرح سے چہرا ہوا ہنگامِ عتاب
جس طرح باغ میں سرخی لئے ہوتا ہے گلاب
بڑھ کے آواز یہ دی اے سپہِ خانہ خراب
یہی مرضی ہے تو ہاتھوں کی صفائی دیکھو
آج حیدرؑ کے گھرانے کی لڑائی دیکھو

(۷۴)

تھا لعینوں سے جو بگڑا ہوا وہ ماہرِ فن
صفِ اعدا کے قریب آ گیا اڑ کر توسن
ہاتھ قبضہ پہ گیا زد پہ جو آیا دشمن
لطف دینے لگی جرار کے ماتھے کی شکن
رن میں چار آئینوں نے رخ کی ضیائیں لے لیں
کھنچ کے تلوار نے چہرے کی بلائیں لے لیں

(۷۵)

تیغ جرار نے دو چار گرائے جو جواں
ہلکی ہلکی ہوئی سرخی لبِ نازک پہ عیاں
گرمیٔ خوں سے ہوئے تیز جو وہ شعلہ فشاں
گیسوئے دوشِ بتاں بن گیا جوہر کا دھواں
تنِ بے جاں کی طلب رن سے کہیں اور ہوئی
زلف میں بل جو پڑا تیغ حسیں اور ہوئی

(۷۶)

مرنے والے تری چالوں کو بہت کم سمجھے
پردے پردے کا وہ ہنسنا تھا جسے غم سمجھے
رن میں جھنکار کو آوازۂ ماتم سمجھے
دلِ عشاق میں جانے کا سبب ہم سمجھے
ہیں جداگانہ ستم ناز کے کرنے کے لئے
خوں پیا جاتا ہے چھالوں کے ابھرنے کے لئے

(۷۷)

کوئی رن میں نگراں ہجر کے بیمار کا ہے
کوئی مارا ہوا بہکی ہوئی رفتار کا ہے
داغِ دل عکس کسی چاند سے رخسار کا ہے
حال یہ اٹھتی ہوئی گرد میں رفتار کا ہے
کہیں جوہر کہیں تن تیغ کا سارا چمکا
کہیں بجلی نظر آئی کہیں تارا چمکا

(۷۸)

سر تک آئی جو بلا بن گئی گیسو ہو کے
جنبشِ دل پہ نظر کی کبھی پہلو ہو کے
دہنِ زخم کو بلوا لیا جادو ہو کے
تا دمِ نزع رہی آنکھ میں آنسو ہو کے
جاں کو سینے میں نہ پایا جو تمنا کی طرح
وہ جگہ چھوڑ دی بہتے ہوئے دریا کی طرح

(۷۹)

یہ صدا دے رہا ہے لختِ دلِ شیرؑ الٰہ
ایک کو بھی نہ ملے گی مرے غصے سے پناہ
جو ارادہ ہے نہ روکے اسے بڑھ بڑھ کے سپاہ
ہے جدھر میر سپہ چھوڑ دے کل فوج وہ راہ
ہے جواں مرد تو ہاتھوں کی صفائی دیکھے
یا لڑے یا مری، میداں میں لڑائی دیکھے

(۸۰)

اتنی کیوں قلب میں ہے دہشتِ میدانِ بلا
ہوگا طالب جو اماں کا تو نہ آئے گی قضا
بڑھ کے دیکھے تو لعیں ایک بہادر کی وفا
جس کو راحت ہے وہ کیا سمجھے کسی کی ایذا
قلب پر تشنہ دہانی کے الم دھوپ میں ہیں
خود تو بیٹھا ہوا خیمہ میں ہے ہم دھوپ میں ہیں

(۸۱)

کوئی کہہ دے کہ نہ لڑنے میں جو شرکت ہوگی
منتشر آج کئی لاکھ کی کثرت ہوگی
اور برہم صفِ اعدا سے طبیعت ہوگی
میرے کہنے سے نہ نکلا تو قیامت ہوگی
طبل چلائیں گے میداں میں دفوں کی صورت
رن میں خیمہ کو الٹ دوں گا صفوں کی صورت

(۸۲)

کسی افسر نے یہ دی بڑھ کے رسالے سے صدا
اللہ اللہ یہ ہے رن میں ارادہ دل کا
آپ اور خیمۂ میرِ سپہِ ظلم وجفا
نہیں چل سکتی ہے مجمع میں نظر تک رستا
مل سکے گا نہ مسافر کو پتہ منزل کا
یونہی رہ جائے گا گھٹ گھٹ کے ارادہ دل کا

(۸۳)

کہا گر ہے یہ تصور تو قدم رن میں بڑھاؤ
اس طرح دل کے ارادے ہیں تو جرأت دکھلاؤ
میں بھی دیکھوں مرا کیا کرتا ہے لشکر کا جماؤ
ناخدا غرق ہو یوں ایسے تلاطم میں ہو ناؤ
افسرِ فوج ہر اک سینہ بہ سینہ ڈوبے
آج تلوار کے پانی میں سفینہ ڈوبے

(۸۴)

جس قدر وقت غضب ہو وہ ارادہ کہتا
نہ لپک کر اسداللہ کا غصہ کہتا
بڑھ لوں کچھ دور تو پھر دل کی تمنا کہتا
پسرِ سعد کے خیمے کا نتیجہ کہتا
اس جگہ موت بھی جائے گی جہاں جائے گا
آج بچ کر مرے ہاتھوں سے کہاں جائے گا

(۸۵)

یہ سخن کہہ کے بڑے غیظ میں چھیڑا رہوار
اور کچھ تیز کی پہلے سے فرس کی رفتار
خون کو پوچھ کے مضبوط پکڑلی تلوار
کی نظر فوج پہ تن تن کے فرس سے کئی بار
جوہرِ تیغ کو گرمادیا پارا کرکے
باڑھ دیکھی حدِ لشکر کا نظارا کرکے

(۸۶)

تھا جو غصہ میں جگر گوشۂ شاہنشہِ دیں
تھی نہاں خوف سے رہوار کے ٹاپوں میں زمیں
ڈھال خود بن گیا تھا مہر پئے چرخِ بریں
طور کی برق تھی اڑتے ہوئے زروں کے قریں
غضب و قہرِ خدا بن کے سزا دیتی تھی
جہاں گرتی تھی وہاں آگ لگا دیتی تھی

(۸۷)

خاک آلود دمِ جنگ تھا سارا جنگل
اڑ رہے تھے کبھی اونچے کبھی نیچے بادل
دست جرّار میں تھا قبضۂ شمشیرِ اجل
بڑھتا ہی جاتا تھا ابرو کی طرح زلف کا بل
تیغ سے دن بھی کٹا جاتا تھا لشکر کی طرح
آستیں آپ نے الٹی تھی مقدر کی طرح

(۸۸)

بل وہ زلفوں پہ وہ ایام جوانی کا عتاب
اس قدر سرخ وہ رخ جس پہ تصدق ہو گلاب
تھا نہ ہر ضرب نہ ہر وار کا میداں میں جواب
مٹتی ہی جاتی تھی رن میں سپہ خانہ خراب
حسن کہتا ہے کہ چہرہ میں اثر ماہ کا ہے
آنکھ کہتی ہے کہ پوتا اسدؑاللہ کا ہے

(۸۹)

اللہ اللہ یہ ہے کلک مصور کا اثر
دھوکہ ہر مرتبہ کھاتی ہے دمِ جنگ نظر
یا خدا کا ہے نبیؐ ، یا شہِ والا کا پسر
ایک ہی شکل نظر آتی ہے اندر باہر
رنگ ہنگامِ وغا چشم میں افلاک کا ہے
رخ کے آئینہ میں نقشہ شہِؐ لولاک کا ہے

(۹۰)

چل رہی ہے سپہ ظلم سے میداں میں حسام
ایک جگہ پر نہیں گرتی ہوئی بجلی کو قیام
تہہ و بالا نظر آتی ہے صفِ لشکرِ شام
اور حربوں سے سوا تیغ کے رکھتی نہیں کام
زلف بگڑی ہوئی ہے رنگِ طبیعت کی طرح
ہے سر دوش کماں ، مہرِ نبوت کی طرح

(۹۱)

دیتا جاتا ہے یہ ہر ضرب پہ جرار صدا
دھار کس تیغ کی ہے اور یہ کس کا ہے گلا
منھ کے بل گر رہے ہو دشت میں ہنگامِ وغا
وار اتنوں میں کسی نے کوئی مجھ پر نہ کیا
ہچکیاں لے رہے ہیں زخم کے کھانے والے
دیکھ یوں لڑتے ہیں حیدرؑ کے گھرانے والے

(۹۲)

بولی افواجِ ستمگر کہ یہی ہوگا ضرور
کہا بہتر یہ لڑائی ہے ہمیں بھی منظور
اب تو اس غیظ بھرے رخ کا لہو ہو گیا نور
چاند تک بڑھ کے شفق آ گئی حسبِ دستور
آتشیں چہرے کی کس طرح کوئی سیر کرے
ہو گئے ارض و فلک سرخ خدا خیر کرے

(۹۳)

سامنے تھے جو غضنفر کے شکار آئے ہوئے
زد پہ تلوار کی تھا رن میں جری لائے ہوئے
کن کی چوٹیں تھیں دمِ جنگ غضب ڈھائے ہوئے
وار چلنے لگے عباسؑ کے بتلائے ہوئے
دور تک دشت میں لاشوں سے گڑھے پاٹ دئے
ایک پر وار کیا دو کے گلے کاٹ دئے

(۹۴)

ضد ادھر فوج کی بھی تھی نہ ہٹیں رن سے قدم
دشت میں صید پہ جھپٹے گا کہاں تک ضیغم
آپ ادھر کھا چکے تھے اپنی جوانی کی قسم
حشر پر حشر بپا کر رہی تھی تیغِ دو دم
خاک پر زین سے گر کر نہ شکار اٹھتا تھا
بچ کے تلوار سے میداں میں غبار اٹھتا تھا

(۹۵)

تہہ و بالا جو کیا غیظ میں دشمن کا نشاں
اب تو کچھ دبنے لگی پچھلے قدم فوجِ گراں
دفعتاً بھیڑ میں جنبش ہوئی چہروں سے عیاں
دی صدا بڑھ کے غضنفر نے کہ جاتے ہو کہاں
فوج کا صورتِ پرکار ابھی دور نہیں
ہوں جگر بندِ یدُاللہ کوئی اور نہیں

(۹۶)

خیر ٹوکا ہے تو کچھ دیکھ بھی لو دھوپ کی جنگ
کب تلک پیاس میں رہتی ہے جوانی کی امنگ
میں نے سیکھے ہیں چچا سے اسدؔاللہ کے ڈھنگ
رخ سے جو چھپ نہ سکے ہے وہ مری تیغ کا رنگ
درد بڑھنے کے طریقوں کو بتا آتی ہے
نالۂ تیغ سے ہچکی کی صدا آتی ہے

(۹۷)

قلب کو رنجِ جدائی بھی ہیں آزار بھی ہیں
ہمہ تن شوق بھی ہیں ہجر کے بیمار بھی ہیں
اپنے کھوئے ہوئے یوسف کے خریدار بھی ہیں
یہ بیاں بھی ہے غضب بھی ہے منجے دار بھی ہیں
دشت میں زورِ خداداد سے آفت کردوں
ہو ارادہ جو نہ پورا تو قیامت کردوں

(۹۸)

ہے تپاں عون و محمدؑ کے لئے قلبِ حزیں
تھے مرے ساتھ کے کھیلے ہوئے وہ ماہ جبیں
تم سے لڑتے ہوئے آئے تھے دمِ جنگ یہیں
ہوں نہ لاشیں پسر سعد کے خیمے کے قریں
عرش حق کے وہ ستارے ہیں جو ٹوٹے ہوئے ہیں
راستہ دو کہ بڑی دیر سے چھوٹے ہوئے ہیں

(۹۹)

اللہ اللہ یہ ہے زور جوانی کا اثر
جانتے ہی نہیں کتنوں کے کٹے دشت میں سر
مطمئن ہیں کہ کہاں جائے گا بچ کر لشکر
حملہ کرتے ہوئے پھرتے ہیں ادھر اور اُدھر
ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں کار مسیحائی سے
توڑ دیتے ہیں رگیں جسم کی انگڑائی سے

(۱۰۰)

سامنے آگئے دوچار جو غم پائے ہوئے
لے چلی موت جگر سے انہیں لپٹائے ہوئے
غیظ کہتا ہے بچے جب نہ شکار آئے ہوئے
شیر اسی طرح سے جا پڑتے ہیں جھنجھلائے ہوئے
استخواں کھینچ لئے ہر رگِ گردن کی طرح
خوں نچوڑا تنِ کفار کا دامن کی طرح

(۱۰۱)

ہو جو دل میں تری الفت تو صلہ ملتا ہے
اس قدر خانہ کعبہ سے پتہ ملتا ہے
یہ سنا ہے ترے ملنے سے خدا ملتا ہے
آج اس لطف سے دیکھیں ہمیں کیا ملتا ہے
جام پانے میں ترے ہاتھ سے سارا ڈوبے
حوضِ کوثر میں مقدر کا ستارا ڈوبے

(۱۰۲)

رعبِ غازیؑ سے تھے کچھ، تو زیادہ بھاگے
قلب میں لے کے ہزیمت کا ارادہ بھاگے
چھوڑ کر وقتِ وغا دشت کا جادہ بھاگے
زخم کھاتے ہوئے اسوار و پیادہ بھاگے
تیغیں جھک جاتی تھیں سجدوں میں مسلماں کی طرح
چاک ماتم میں پھریرے تھے گریباں کی طرح

(۱۰۳)

بے اثر فوج کا ہر وار تھا آہوں کی طرح
بڑھ گیا طولِ عمل رن میں گناہوں کی طرح
ہمتیں چھوڑ دیں چھوٹی ہوئی راہوں کی طرح
ساقیا فوج پلٹتی ہے نگاہوں کی طرح
محوِ نالہ ہے ہر اک زخمِ جگر لے کی طرح
خون تلوار سے اڑتا ہے بطِ مے کی طرح

(۱۰۴)

کیوں جناں جاؤں میں ساقی لبِ کوثر نہ گروں
لے کے تنہائی میں ٹوٹا ہوا ساغر نہ گروں
تیرے زانو پہ رہے سر، سرِ بستر نہ گروں
جام پر جام پئے جاؤں تو کیونکر نہ گروں
کئے دیتی ہیں مجھے مست عطائیں ساقی
ہوش سے لڑتی ہیں دامن کی ہوائیں ساقی

(۱۰۵)

گنج خود بن گئے گیتی کا دفینے والے
یاں تک آئے تری الفت کے سفینے والے
کچھ تو پاتے ہیں تری آس پہ جینے والے
ایک ساغر پہ گرے پڑتے ہیں پینے والے
جوش میں کھاتی ہوئی تا بہ گلو آتی ہے
جام میں پھول سے رخسار کی بو آتی ہے

(۱۰۶)

نہر کیسی ہے تہہ قصرِ رواں اے ساقی
نخلِ طوبیٰ سے بھی اونچے ہیں مکاں اے ساقی
کیف ہو لے تو ملے لطفِ جناں اے ساقی
عطر مٹی کا کہاں جام کہاں اے ساقی
طالب عفو بھی ہوں ہجر کا بیمار بھی ہوں
نکہتِ خاکِ شفا ہو تو طلبگار بھی ہوں

(۱۰۷)

جامِ جم کے ہیں ترے جام میں سارے آئیں
نظر آتی ہے وہ کیفیتِ افواجِ لعیں
بڑھتا جاتا ہے وہ رن میں خلفِ سرورِ دیں
تیغ اٹھی وہ پسرِ سعد کے خیمہ کے قریں
پھر دمِ جنگ ہوئی میری پکار اے ساقی
خون پھر ہوگئی تلوار کی دھار اے ساقی

(۱۰۸)

یہ صدا آرہی ہے شیرِ جری کی ہر دم
چاہتا ہوں کہ کروں نصرتِ سلطانِ امم
پیاس کہتی ہے کرہ نار کا ہے دشتِ ستم
دل یہ کہتا ہے لڑائی سے نہ باز آئیں گے ہم
لشکرِ ظلم پہ حملوں کا اثر لینا ہے
باپ کی عالمِ پیری میں خبر لینا ہے

(۱۰۹)

کام وہ آگئی جو دشت میں تھی فوج قلیل
موت انھیں لے گئی فردوس میں جو جو تھے کفیل
کون سی خون کے پیاسے میں ہے بچنے کی سبیل
ایک عابد ہیں وہ کچھ دن سے ہیں بیمار و علیل
جو بلا صبح سے آئی ہے وہ رد کرنا ہے
ایک مظلوم کی غربت میں مدد کرنا ہے

(۱۱۰)

کام تلوار سے ہنگامِ وغا لینا ہے
اثرِ صاعقۂ قہرِ خدا لینا ہے
بھوک میں پیاس میں لڑنے کا مزا لینا ہے
جنگ کا ساقیٔ کوثر سے صلہ لینا ہے
ضعفِ پیری ہو تو ایامِ جوانی مانگوں
خوں بہا لوں سپہ شر کا تو پانی مانگوں

(۱۱۱)

آ گئے ہیں جو بنِ سعد کے خیمہ کے قریں
جم گئے وقتِ وغا پھر قدمِ لشکرِ کیں
فوج سے راہ نکلنے کی یہیں ہے نہ وہیں
کانپ اٹھتی ہے ہراک ضرب پہ میداں کی زمیں
جوقوی ہیں انھیں بڑھ کرسرِ زیں ڈھونڈھتی ہے
تیغ گرگر کے پرِ روحِ امیں ڈھونڈھتی ہے

(۱۱۲)

اس طرف فکر ہے مجمع سے نکلنے نہ یہ پائیں
اس طرف ضد کہ قدم فوج کے میداں سے اٹھائیں
مٹنے پائیں نہ وہ بل غیظ میں ابرو پہ جو آئیں
منھ سے جو کہہ دیا ہے وہ سپہِ شر کو دکھائیں
فرسخوں لشکرِ اعدا کا لہو بہہ جائے
نام دادا کا دمِ جنگ و جدل رہ جائے

(۱۱۳)

کبھی لشکر سے یہ کہنا ہمیں دو آ کے خراج
ہے وہ سرکون سا جس کے لئے ہے زینتِ تاج
گو شہنشاہ ہوں پانی کا مگر ہوں محتاج
اس کا پوتا ہوں دیا جس نے شریعت کا رواج
وا ہراک عقدۂ مشکل سرِ انگشت سے ہے
ملکِ دیں قبضۂ قدرت میں کئی پشت سے ہے

(۱۱۴)

دولتِ جاں کو تجے دیتے تھے تجنے والے
کمریں کھولے تھے آلات کے سجنے والے
سانس تک ڈر سے نہ لیتے تھے گرجنے والے
تھے وہ الٹے ہوئے جو طبل تھے بجنے والے
دشت میں دل کے دھڑکنے کی صدا بند ہوئی
محبسِ جوہرِ صارم میں ہوا بند ہوئی

(۱۱۵)

جانیں اک تیغ سے ہوتی تھیں ہزاروں کی تلف
نگہہِ جوہرِ شمشیر سے ہر دل تھا ہدف
نہ پرا ہے کوئی سالم، نظر آتی ہے نہ صف
خاتمِ زیں پہ جما بیٹھا تھا وہ دُرِّ نجف
آنے پاتا تھا ستمگر نہ کسی پہلو پر
ہاتھ میں باگ، نظر فوج پہ، بل ابرو پر

(۱۱۶)

دشت میں اٹھتی ہوئی گرد سے فوجیں تھیں تباہ
اس قدر زور تھا آندھی میں کہ عالم تھا سیاہ
خاک کے ساتھ اڑے جاتے تھے آلاتِ سپاہ
ضوفگن کوئی تو اتنا ہو کہ دکھلائی دے راہ
راستے کچھ توکھلیں رن میں ستمگاروں کے
تھے ہلال اوج پہ ٹوٹی ہوئی تلواروں کے

(۱۱۷)

دفعتاً آئی جو میداں سے ہزاروں کی صدا
خواہرِ شاہؑ نے گھبرا کے یہ فضہؑ سے کہا
کچھ خبر لے کہ یہ غل کیسا ہے ہنگامِ وغا
بولی وہ دیکھ کے میداں کو میں صدقے میں فدا
راستے وہ بھی ہیں سیدھے جو ذرا پھیر کے ہیں
فوجِ کفار پہ حملے یہ مرے شیر کے ہیں

(۱۱۸)

چل رہی ہے مرے غازیؑ سے غضب کی تلوار
وہاں لڑتے ہیں جہاں پر نہیں مجمع کا شمار
پاس گھوڑے کے سپاہی ہو کہ رن میں سردار
شیر زانو سے دبا لیتا ہے بڑھ بڑھ کے شکار
اس طرف سے سوئے خیمہ جو ہوا آتی ہے
استخوانوں کے کڑکنے کی صدا آتی ہے

(۱۱۹)

کافروں کو نظر آتا نہیں آرام کہیں
روحیں گھبراتی ہیں وہ بھی کہ جو ہیں دل میں مکیں
فوجیں جنبش میں ہیں اس طرح لرزتی ہے زمیں
ہیں وہ بی بی پسرِ سعد کے خیمہ کے قریں
جان دینا نہیں کرتا جو گوارا لشکر
بھاگتا پھرتا ہے اک شیر سے سارا لشکر

(۱۲۰)

نہ رہا جوشِ شجاعت سے یہ غازی کو خیال
بےکفن گنجِ شہیداں میں پھوپھی کے ہیں وہ لال
شاہزادے سے چھپا تھا جولڑائی کا نہ حال
یہ سمجھتے تھے یہیں پر ہوں نہ وہ بدر مثال
پاس افسر کے سپاہی ہیں خوشامد کے لئے
جنگ اس وقت کی ہے عونؑ ومحمدؑ کے لئے

(۱۲۱)

بولی زینبؑ نظر آیا جولڑائی کا یہ ڈھنگ
سچ بتا فوج ہوئی کیا مرے غازیؑ سے بتنگ
اللہ اللہ یہ ہے جوشِ جوانی کی امنگ
شیر کو ٹوک دیا ہوگا کسی نے دمِ جنگ
حال حملوں سے پریشاں صف جنگاہ کا ہے
میں نہ کہتی تھی کہ غصہ اسدؑاللہ کا ہے

(۱۲۲)

حالِ فرزند یہ تفیدہ جگر جانتی ہے
یعنی پالا تھا لڑکپن سے نظر جانتی ہے
غضب آلود نگاہوں کا اثر جانتی ہے
ہاتھ پہچانتی ہے تیغِ دوسر جانتی ہے
غیظ اگر آگیا ٹوکے سے تو آفت ہوگی
زلف کھا جائے گی گر بل تو قیامت ہوگی

(۱۲۳)

ڈرتی ہوں حد کی خوشی میں نظر آئے نہ ملال
رن سے خیمہ میں چلے آئیں کہ اب غیر ہے حال
قلب کہتا ہے مبارک ہو یہ اٹھارواں سال
رہے ہنگام وغا ماں کے تڑپنے کا خیال
کوئی کہہ دے کہ میں محنت کا صلہ دیتی ہوں
بال کھولے ہوئے جینے کی دعا دیتی ہوں

(۱۲۴)

اس ظفر کی مجھے امید ہو کیوں کر بیٹا
تم اکیلے ہو کئی لاکھ ہے لشکر بیٹا
ہائے کس طرح سے خوش ہو دلِ مضطر بیٹا
ہے کئی دن سے برائی پہ مقدر بیٹا
فوج کی تھیں یہ سزائیں عمل بد کے لئے
خیمہ تک کیوں گئے تم عونؑ ومحمدؑ کے لئے

(۱۲۵)

دیر سے چھٹ جوگئی ہوں تو نہیں دل کو قرار
چاہتی ہوں نظر آئے نگہہِ شیر شکار
تمتمائے ہوئے چہرے کی قیامت ہے بہار
آؤ اشکوں سے دھلا دوں میں گلابی رخسار
تپشِ مہر سے ہر قلب کی بیتابی ہے
رن میں پانی کی کئی روز سے نایابی ہے

(۱۲۶)

کیوں نہ قرباں ہوں دمِ تشنہ دہانی بیٹا
ہے یداللہ کی اعجاز بیانی بیٹا
دیکھ لیتی ہوں میں نانا کی جوانی بیٹا
تم تو ہو میرے بزرگوں کی نشانی بیٹا
دل سے لپٹا کے تمہیں دردِ جگر کم کرلوں
اب چلے آؤ میں بازو پہ دعا دم کرلوں

(۱۲۷)

آج بل کھائے ہوئے دیکھ لوں میں بھی ابرو
رن میں برچھی سے بچائے ہوئے رہنا پہلو
تھک گئے ہوں گے دبادوں میں جریؑ کے بازو
خاک آلود نہ ہوں جھاڑ کے آنا گیسو
غمِ فرقت نہ مجھے وقتِ تمنا دینا
دیکھو محنت مری مٹی میں نہ ملوا دینا

(۱۲۸)

ہوگئے رن میں خفا لشکرِ کفار سے کیا
خوں بہاؤ گے ابھی دشت میں تلوار سے کیا
جنگ ہے مدِ نظر فوج کے سردار سے کیا
تم پہ قرباں ہو پھوپھی کوششِ پیکار ہے کیا
لوٹی جائے گی پیمبرؐ کی کمائی بیٹا
بچنے والے نہیں پردیس میں بھائی بیٹا

(۱۲۹)

تھا یہ پُردرد ادھر حضرتِ زینبؑ کا بیاں
تہہ و بالا تھی ادھر تیغ سے افواج گراں
اک چھری تھی جو ہراک قلب پہ تھی رن میں رواں
جنگ میں پائی نہ بے بھاگے ہوئے سب نے اماں
خیمہ کو چھوڑ کے افواجِ جفا کار چلی
ایک غل تھا کہ بنِ سعد سے تلوار چلی

(۱۳۰)

نہ ٹلی تیغ کی ہر سر سے بلا کیا کہنا
رن میں دکھلا دیا لڑنے کا مزا کیا کہنا
ہوئی ٹکڑے سپہِ ظلم و جفا کیا کہنا
منھ سے فرما جو دیا تھا وہ کیا کیا کہنا
پھر اسی طرح سے اڈے ہوئے بادل آئے
میرِ لشکر کو بھگا کر سوئے مقتل آئے

(۱۳۱)

کب تلک رہتی دم جنگ ہزاروں سے وغا
لے تو آیا سپہِ شر کو بنِ شاہِ ہدا
منتظر زیرِ شجر دیر سے تھی رن میں قضا
دل پہ چھپ کر کسی ظالم نے لگایا نیزا
زخم کے درد سے تکلیفِ جگر سہنے لگا
ڈگمگانے لگے گھوڑے پہ لہو بہنے لگا

(۱۳۲)

تھم گیا ہاتھ تو جھپٹی سپہِ ظلم شعار
تن تنہا پہ چلے وقتِ وغا وار پہ وار
ایک کا گرز پڑا سر پہ تو اک کی تلوار
لٹ رہی تھی چمنِ فاطمہؑ زہرا کی بہار
تیغ اٹھے تو تنِ عربدہ جو میں ڈوبے
تازہ تازہ گلِ رخسار لہو میں ڈوبے

(۱۳۳)

اور دوچار پڑے وار جو ہنگامِ وغا
کہہ کے یہ لختِ دلِ سرورِؑ دیں زیں سے گرا
ایک بیکس کی خبر لیجئے رن میں بابا
یہ تمنا ہے کہ دیکھوں رخِ شاہِ والا
کوئی تاخیر نہ ہو دہر سے جانے کے لئے
آیئے مجھ کو کلیجے سے لگانے کے لئے

(۱۳۴)

سن کے آواز پسر رن کو چلے سرورؑ دیں
لب پہ ہر مرتبہ نالے تھے یہ باقلبِ حزیں
ہو کدھر اے مری آغوش تمنا کے مکیں
یہ صدا دیتے ہوئے آگئے بیٹے کے قریں
زخم دیکھا نہ گیا دل کا تو تیورا کے گرے
قربِ بالینِ پسر سرورؑ دیں آکے گرے

(۱۳۵)

تا مشام آئی جو بوئے تنِ سلطانِ زماں
کھل گئی آنکھ تو محسوس ہوا دردِ نہاں
نزع کے تھے جو رخِ پاک پہ آثار عیاں
لڑکھڑانے لگی ہنگامِ بیاں منھ میں زباں
درد سے ڈوبی ہوئی آہِ حزیں بھرنے لگے
دل کے ارماں بڑی مشکل سے بیاں کرنے لگے

(۱۳۶)

مجھ کو آجائے گی جس وقت جوانی میں قضا
ماں کے دل پر مرے مرنے کا اثر ہوگا بڑا
رفتہ رفتہ خبرِ مرگ کہیں شاہؑ ہدا
ہوگی خیمے میں مرے بعد قیامت برپا
میرا غم بھولیں گی پردیس میں کیونکر لیلیٰؑ
گھر سے باہر نکل آئیں نہ کھلے سر لیلیٰؑ

(۱۳۷)

دوسری ہے یہ وصیت مری اے خسرو دیں
ایڑیاں رگڑوں جوانی میں جو بالائے زمیں
آپ ہٹ جایئے گا نزع میں بالیں سے کہیں
کر سکے گا نہ کبھی ضبطِ الم قلبِ حزیں
یہ سنا ہے کہ تحمل نہیں ہوتا دل سے
دم نکلتا ہے جوانی میں بڑی مشکل سے

(۱۳۸)

کہہ کے یہ باپ سے خاموش ہوا نورِ نظر
ہچکیاں لینے لگے بڑھ گیا دردِ جگر
ہوسکا دل سے نہ ایذا کا تحمل دم بھر
طرفِ خلد کیا عالمِ فانی سے سفر
بجھ گیا نورِ نظر نیند کے آنے کے لئے
شہؑ جھکے لاش کلیجے سے لگانے کے لئے

(۱۳۹)

دی یہ فرزند کے بازو کو تکاں دے کے صدا
تم تو دنیا کے مصائب سے چھٹے اے بیٹا
دشمنوں میں ہمیں رونے کے لئے چھوڑ دیا
شمر کی تیغ ہے اب اور ہمارا ہے گلا
دے گا اللہ مرے دل کو بھی ہمت بیٹا
سہل ہوجائے گی میری بھی مصیبت بیٹا

(۱۴۰)

لاشِ فرزند پہ روتے تھے شہؑ دیں تو ادھر
اس طرف قلب پہ تھا بیبیوں کے غم کا اثر
ضبط کی حد سے کچھ اس طرح بڑھا دردِ جگر
نکل آیا کوئی تھامے ہوئے ہاتھوں سے کمر
گوشواروں میں ضیا تھی مہِ انور کی طرح
کانپتے جاتے تھے موتی دلِ مضطر کی طرح

(۱۴۱)

ماتمِ لختِ جگر میں جو نہ تھے ہوش بجا
ایک چادر کا سرا خاک پہ اک فرق پہ تھا
دیتے آتے تھے یہ ہر گام پہ میداں میں صدا
رن میں اے بھائی کدھر ہے مرے نازوں کا پلا
آنسو آنکھوں میں چلے آتے ہیں بہنے کے لئے
دردِ دل آیا ہے فرزند سے کہنے کے لئے

(۱۴۲)

یہ بیاں کرتے ہوئے آئے جو میت کے قریں
لاش فرزند سے گھبرا کے اٹھے سرورِ دیںؑ
ڈال دی اپنی عبا فرق پہ باقلبِ حزیں
رو کے کہنے لگے شبیرؑ کہ تم کیوں نکلیں
اور بھی غم یہ بڑھا جان کے کھونے کے لئے
عرض کی لاشِ جواں مرگ پہ رونے کے لئے

(۱۴۳)

اس طرف تھا سپہ ظلم وستم میں یہ بیاں
اس طرف لے چلے ہمشیر کو سلطانِ زماں
تھی مگر درد میں ڈوبے ہوئے لب پر یہ فغاں
اے مرے قوتِ دل اے مرے ناشاد جواں
نہ کہا کچھ اثرِ تشنہ دہانی مجھ سے
اٹھ سکے گا نہ کبھی داغِ جوانی مجھ سے

(۱۴۴)

اس جگہ ہوگا پس شاہ ہمارا نہ قیام
پرخطر دونوں ہیں اس دشت میں ہو صبح کہ شام
دل کو ہوگا نہ درندوں کی صدا سے آرام
کس جگہ پر پسند آیا تمہیں سونے کا مقام
روؤں گی یاد کلیجے کو جو تڑپائے گی
کس طرح دشتِ پرآشوب میں نیند آئے گی

(۱۴۵)

کفِ افسوس نہ کس طرح یہ ناشاد ملے
ہے ڈرونی وہ جگہ شمع جہاں پر نہ جلے
خنجرِ ظلم سے میدان میں کٹوا کے گلے
اے زمیں تجھ پہ پڑے ہیں مری گودی کے پلے
مدد اتنی مری ہنگامِ مصیبت کرنا
زخم کھائے ہوئے لاشوں کی حفاظت کرنا

(۱۴۶)

دلِ بیتاب پہ کیونکر نہ پڑے غم کا اثر
موت ہر ایک کو آئی ہے وطن سے چھٹ کر
دوپہر میں کیا تقدیر نے ویراں مرا گھر
ہوگا اتنا نہ کوئی بھی جو بچائے چادر
وہ نظر آئے گا جو بخت کی تحریر میں ہے
قید پردیس میں ہونا مری تقدیر میں ہے

(۱۴۷)

بس بس اے ذاکرؔ رنجیدہ و تفتیدہ جگر
اٹھ سکے گا نہ فغانِ دلِ زینبؑ کا اثر
دیکھ امنڈ آئے نہ طوفانِ یمِ دیدۂ تر
دل کی پائے گا نہ پھر جوششِ گریہ سے خبر
تو سنبھالے تو سکوں غم سے دلِ مضطر لے
رکھ کے کاغذ پہ قلم ہاتھ کو خالی کر لے

(ماخوذ از نظارہ لکھنؤ مرثیہ نمبر، فروری ۱۹۷۳ء، صفحہ نمبر ۴۹ر تا ۷۰ر)

منقبت در شان حضرت حجتؑ

خطیب انقلاب مولانا حسن ظفر نقوی اجتہادی، پاکستان

کسی کے آنے کی کرتی ہیں آرزو آنکھیں
کسی کو پانے کی کرتی ہیں جستجو آنکھیں
کسی وجود کی خوشبو رچی ہے سانسوں میں
کسی کو ڈھونڈتی رہتی ہیں چارسو آنکھیں
نہ جانے کب کہاں دیدار ان کا ہو جائے
ہمیشہ اس لئے رکھتا ہوں باوضو آنکھیں
میں چپ رہا مرے اشکوں نے بھید کھول دیا
ہوں لب خموش تو کرتی ہیں گفتگو آنکھیں
یہ انتظار کی دولت انھیں کو ملتی ہے
جو ان کی راہ میں رکھیں لہو لہو آنکھیں
نہ بند کرنا مری پتلیاں جو مرجاؤں
لحد میں بھی مجھے رکھیں گی سرخرو آنکھیں
خوشی ہو غم ہو، یہ آنسو گواہی دیتے ہیں
عقیدتوں کی بچاتی ہیں آبرو آنکھیں
ہر اک نظر میں جل اٹھے دیے عقیدت کے
بکھیرتی ہیں فضاؤں میں رنگ و بو آنکھیں
ملا ہے حق سے سراپا حبیب برحقؐ کا
وہ خدّ و خال، وہ ابرو، وہ ہوبہو آنکھیں
ظفرؔ نظر سے جو اوجھل ہے دل کا مالک ہے
تلاش میں ہیں اسی کے یہ کو بکو آنکھیں